Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

ڈاکٹر معین الدین نظامی کی نظم نگاری

محمد نعیم گھمن، پی ایچ ڈی

اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ شالیمار گریجوایٹ کالج، لاہور

غلام رسول

سی۔ٹی۔آئی فارسی، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج لالیاں، چنیوٹ

Poetry of Dr. Moeen ud Din Nizami

Muhammad Naeem Ghuman, PhD
Assistant Professor of Urdu
Govt. Shalimar Graduate College, Lahore

Ghulam Rasool
CTI Persian
Govt. Associate College, Laliyan, Chiniot

Abstract

Dr. Moeen Nizami is a renowned poet of the modern era. He has written various types of poetry, including ghazal, quartrain, (rubai) manqabat and qita but his favourite domain is free verse poetry. Moeen Nizami has a Khanqahi background, which is reflected in his poetry too through the themes of solitude, love for nature and rural life, devotion to Sufism, respect for Sufis, mysticism, ecstasy, purity and inner purification.The beauty of his poems lies in their rich use of imaginative metaphors, phrases, allusions and innovative ideas.Like N. M. Rashid, Moin Nizami's poetry shows profound influence of Persian literature, as it is a field of his special interest. His poems also show a love of nature like Majeed Amjad's poetry.Obviously Moeen Nizami is the leading free verse poet in the present era. His poetry reflects wide range of themes and colors. His unique use of language makes him a great poet of free verse poems. In our literary circles, where ghazal is given more importance,

Moeen Nizami's contribution to free verse has gained less attention. But his poems are of high literary and artistic value. Moeen Nizami is one of the few poets who have earned greater respect for the free verse genre.

Keywords:
Moeen Nizami, Khanqahi background, free verse poetry, N.M. Rashid, Persian literature, mysticism, ecstasy, purity, inner purification.

معین نظامی (۱۹۶۵ء) جس عہد میں سانس لے رہے یہ عہد ان کے فکر و فن سے مماثلت نہیں رکھتا کیوں کہ ان کی شاعری میں عہد رفتہ کا بیان ملتا ہے۔ڈاکٹر معین نظامی کی اردو اور فارسی شاعری برصغیر کی تہذیب وثقافت کی امین ہے۔اُن کی شاعری کا مزاج سمجھنے کے لیے ہندوستان کی مخصوص علمی فضا کو سمجھنا ضروری ہے۔برصغیر میں کوئی بھی شخص دنیا کے کسی بھی کونے سے آیا ہو وہ اس خطے کی آب وہوا، تہذیب اور کلچر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔برصغیر میں مذہبی تعلیم کے لیے عربی اور فارسی استعمال ہوتی تھی۔روزمرہ کی زبان جس میں خط وکتابت، خوردونوش، عام گفتگو اور خوشی وسوگ کو بیان کرنے کے لیے فارسی کا ہی استعمال ہوتا تھا۔صوفیا کرام نے ہندوستان میں جس معاشرے کی تشکیل کی اس کو ہند پاک تہذیب کا نام دیا جائے تو بہتر ہو گا۔انھوں نے ایسے معاشرے کی بنیادیں استوار کیں جن کی ابتداء انسان دوستی پر ہوئی۔تصوف اور سلوک کو سالک کے قلب وروح میں وارد کرنے کے لیے جو زبان استعمال ہوتی وہ فارسی ہی تھی۔واردات قلبی کے ذریعے سینے منور کرنے والے صوفیاء نے اپنی اپنی خانقاہیں قائم کیں۔ان خانقاہوں میں مخلوق خدا کی ارواح کو تازگی عطا کی جاتی تھی۔شہروں سے دور چھوٹی چھوٹی بستیوں میں یہ خانقاہیں قائم ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے نور سے پورا ہندوستان منور ہوتا چلا گیا۔ان خانقاہوں کا خمیر محبت اور ادب سے اٹھایا گیا ہے۔ان خانقاہوں سے وابستہ لوگوں کی بنیادی صفت ادب اور انسان دوستی ہے۔ان خانقاہوں میں علم وادب کی چمک دمک بھی بنیادی جزو ہے۔بغداد شہر اپنے علم وفن اور معروف روحانی شخصیات کی بدولت ہمیشہ سے اہل کمال کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ معین نظامی کی نظم کا اک حصہ ملاحظہ کریں۔

مجھے بغداد کہتے ہیں:
شہ جیلاں کی باتیں یاد مجھ کو
مری آنکھوں نے ان کو دیکھ رکھا ہے

جنید و شبلی و ذوالنون کے خرقے کی خوش بو
مری سانسیں مہکتی ہیں
میں معتصم ہوں
سعدی نے مرا نوحہ لکھا تھا
شرق میں یا غرب میں
سعدی نہیں کوئی(۱)

خود نوشت کے کئی مناظر ان کی نظموں میں ملتے ہیں۔ یہ خود کلامی شاعری کی میراث ہے۔ خود کلامی کے ذریعے شاعر اپنے گرد و پیش ہونے والے واقعات کو بھی بیان کرتا ہے۔ بعض اوقات یہ خود کلامی شاعر کی خود نوشت بنتی چلی جاتی ہے۔ معین نظامی اپنی شاعری میں جا بہ جا خود کلامی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اس خود کلامی کے ذریعے ماضی کے در بھی وا کیے ہیں۔ ان کو تنہائی اور ماضی کا غم خود کلامی پر مجبور کرتا ہے۔ ان کی نظم میں خود کلامی کا منظر عجب رنگ اوڑھے ہوئے محسوس ہوتا ہے۔

تو اُس دور میں

سات کمروں کی ہر خلوتِ خاص میں
میرے سب کُرتے پیچھے سے پھٹنے لگے
اور پھلوں کی جگہ ہاتھ کٹنے لگے
مجھے تاج و تخت اور چتر و علم تج کے
اپنی مدد گار بیوی کو اور اپنے ننھے سے بیٹے کو سوتا ہوا چھوڑ کر

ایک شب

ایک بے آب وادی میں بن باس لینا پڑا
میں کہ اپنے وفادار بندر کو بھی ظالموں کے اُسی گاؤں میں چھوڑ آیا
مجھے غار کے منہ پہ اِک نیک مکڑی کے جالے نے اُس دن بچایا
وگرنہ وہ خوں خوار بدو مجھے سونگھتے پھر رہے تھے!
مرا آسمانوں کی اِس نیلی چھت کے تلے ایک ہی دوست تھا

وہ جرّی

میرے اندر کے اَعدا کے نرغے میں

اُس رات کو کیا سوتا

اپنے محل میں نئی زندگی کے اُمڈتے تقاضوں کے زہرابِ لذت میں

بے سُدھ پڑا تھا

اُن ایام میں روح کے ساتھ اُس کا بدن بھی بُری طرح مفلوج تھا

اُن دنوں، مجھ سے کیا وہ تو خود سے بھی ملنے سے معذور تھا(۲)

لفظوں کی خراش تراش میں خطیبانہ رنگ معین نظامی کی شاعری کا حسن ہے۔ معین نظامی نے روایتی مذہبی تعلیم بھی اپنے دور کے جید علماء سے حاصل کی تھی۔ مذہبی تعلیم کا خاصا ہے کہ خطبانہ رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ اگر معین نظامی خطابت کے میدان میں آتے تو ان کی تقریر میں وہ بلا کی روانی اور جدت پائی جاتی تھی۔ انھوں نے جب اس میدان کو نہیں چنا تو ان کی نظموں میں کہیں کہیں یہ رنگ محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ان کی شاعری میں کلاسیکل تلازمے اور جدت کا امتزاج نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں اپنی روایات کی بھی مکمل پاسداری کی ہے۔ ان کا کلاسیکل رچاؤ ان کی شاعری میں نگینوں کی طرح جڑا نظر آتا ہے۔ قدامت و جدت کا سنگم معین نظامی کے ہاں ملتا ہے۔ اس کی شاعری میں کئی جدیدیت کے نمونے بھی ملتے ہیں اور کلاسیکل تو اس کی میراث ہے۔ الفاظ کا تکرار اور اسلوب میں ندرت معین نظامی کی شاعری کا خاصا ہے۔ معین نظامی کا خانوادہ علم وادب کے ذوق کے ساتھ ساتھ عملی تصوف کے ساتھ منسلک ہے۔ معین نظامی نے اسی خانقاہی ماحول میں پرورش پائی ہے۔ اس لیے سلوک و تصوف کے اس ماحول کے اثرات ان کی شاعری میں بھی در آتے ہیں۔ انسان جس ماحول میں پلا بڑھا ہو اس کے اثرات اس کے فن میں لازمی نظر آتے ہیں۔ اس لیے وہ تصوف کی علمی جہات پر بھی کھل کے اظہار کرتے ہیں۔ انھوں نے انسان کی باطنی تطہیر میں بھی کئی نظمیں لکھیں مگر ان کی علمی تصوف کے حوالے سے اس نظم کا بہ غور مطالعہ کرنا بڑا ہی منفرد تجربہ ہے۔ انھوں نے اولیاء کرام کے خصائص بیان کیے۔ انھوں نے سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۰۷۸۔۱۱۶۶ء) سے اولیاء کی عقیدت کو بھی بیان کیا ہے۔

بادہ بغداد:

حسن کی نسل سے ہوں

اور مخدرج میں ٹھکانا ہے

ہمیشہ اولیا کی گردنوں پر ثبت ہوتے ہیں قدم میرے

Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

میں جیلانی ہوں، محی الدین نامی ہوں
مرے جھنڈے پہاڑوں کی بلندی پر (۳)

انھوں نے صوفیاء کے اس طبقے کو بھی موضوع بنایا ہے جو اپنی ظاہری زندگی میں وجودی فکر کی وجہ سے معیوب گردانے جاتے تھے۔ معین نظامی کا تعلق کیوں کہ صوفیاء چشت کے خانوادہ سے اس لیے ان کا مشہور صوفی بزرگ منصور حلاج (۸۵۸۔۹۲۲ء) کو خراج عقیدت پیش کرنا روایت کی پاسداری محسوس ہوتا ہے۔ صوفیائے چشت نے بھی اپنی فکری اساس شیخ محی الدین ابن عربی (۱۱۶۵۔۱۲۴۰ء) کے نظریہ وحدت الوجود پر رکھی ہے۔ صوفیائے چشت کی خانقاہوں میں شیخ محی الدین ابن عربی (۱۱۶۵۔۱۲۴۰ء) کی کتاب "فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ" کا با قاعدہ درس ہوتا ہے۔ منصور حلاج (۸۵۸۔۹۲۲ء) وجودی فکری کی عملی تصویر ہیں۔ ان کو معین نظامی نے اپنی نظم میں کن الفاظ میں یاد کیا ہے، اس نظم کا کچھ حصہ ملاحظہ کریں:

حلاج، صلیب اور دجلہ:

کل رات تو میں نے یہ بھی دیکھا
خوش بو کی دھمال سے نکل کر
سورج میں اتر گئے ہیں تینوں
حلاج، صلیب اور دجلہ (۴)

مدح اہل بیت میں بھی صوفی شعراء کا طرہ امتیاز رہا ہے۔ اردو اور فارسی شاعری کی روایت ہے کہ اہل بیت کے ساتھ اظہار محبت کیا جاتا ہے۔ غزل گو شعراء بھی اپنے اشعار میں اہل بیت سے محبت اظہار کرتے ہیں۔ مرثیہ تو فارسی اور اردو شاعری کی باقاعدہ صنف ہے جس میں شہدائے کربلا اور اہل بیت کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ خانقاہوں میں بھی علم وادبی ذوق رکھنے والے شعراء ان روایات کو دوام دیتے رہتے ہیں۔ صوفیاء کے اکثر سلاسل اپنی روحانی محبتوں کا ملجا مولا علی شیر خدا کو مانتے ہیں۔ ان کی اولاد میں بہت سے اکابر صوفیاء ہیں جنھوں نے دنیا کے کونے کونے میں سلوک وتصوف کی خانقاہیں قائم کیں اور مخلوق خدا کی خدمت کی۔ اہل بیت کے گلشن کا مہکتا پھول امام زین العابدین ہیں جو کربلا میں یزیدی جبر وستم سے بچ گئے تھے۔ ان کے صبر اور شخصی محاسن کو اکثر شعراء نے بیان کیا ہیں۔ معین نظامی نے اس نظم کے اس حصے میں آل محمد ﷺ کے ساتھ قلبی لگاؤ کا اظہار کیا ہے

مدح امام زین العابدین واہل بیت رحمت:

نہ کوئی ایسا قبیلہ کہ جس کی گردن میں
خود اس جوان کے لطف وکرم کا طوق نہ ہو

نہ کوئی ایسا قبیلہ کہ جس کے کاسے میں

اسی جوان کے اجداد کا عطیہ نہ ہو (۵)

اداسی ان کی شاعری کا خاص وصف ہے۔ان کی شاعری میں اک منفرد اداسی کا اثر نظر آتا ہے۔ان کی اداسی ان کا حسن بن جاتی ہے۔انھوں نے اپنی اداسی کو چھپایا نہیں بلکہ اس کو جی کھول کر بیان کیا ہے۔انھوں نے محبوب کی آنکھوں میں پائی جانی والی اداسی کو گندمی اداسی کا نام دیا ہے۔وہ محبوب کی آنکھوں کی جادو گری کو بھی منفرد انداز میں بیان کرتے ہیں۔ معین نظامی کی ان نظموں کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو اس رنج کا عادی بنالیا ہے اور اس میں آسودگی محسوس کرتے ہیں۔ اس نظم میں حسن کا جو نقشہ معین نظامی نے بیان کیا ہے اس کی مثال اردو شاعری میں کم ہی ملتی ہے۔

گندمی اداسی:

تمہاری گہری جھیلوں جیسی آنکھوں کی خموشی میں

چمکتے سرخ ڈوروں کے شکنجے سے

نکل جانا کسی کے بس میں ہوتا

تو یقیناً میں نکل جاتا

تم ایسی گندمی افسردگی ہو

جو مسلسل مجھ پہ طاری ہے (۶)

دل کے معاملات کو بیان کرنا سہل نہیں ہوتا۔ معین نظامی نے محبت و دلی کیفیات کو بھی اک نئے انداز سے بیان کیا ہے۔انھوں نے اپنے محبوب کو اپنی عادت بتلائی ہے کہ اس کی بے رخی کی وجہ سے اب وہ اپنی خاطر ہی جینے کی کوشش کریں گے۔وہ ہر لمحے کوشش کرتے نظر آتے ہیں کہ محبوب کی یاد کو دل سے بھلا دیا جائے۔دل میں محبوب کی یاد کو کیسے سمونا ہے اس طرح کے لطیف جذبات ان کی شاعری میں ہر سو نظر آتے ہے۔جب وہ محبوب کے رویے سے تنگ آتے ہیں تو پھر خود غرضی کی بات کرتے ہیں۔ان کے ساتھ ساتھ جو انسانی جذبات کے عکاس نظر آتے ہیں۔اسی قسم کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

انتہا پر ایک خود غرضی:

کتنی بار میں تری خاطر

تیرے دل میں ٹھہرا

کتنی بار میں تیری خاطر
تیرے دل سے نکلا
اب میں عمر کے اس حصے میں

سوچ رہا ہوں:

اب کی بار میں تیرے دل میں
اپنی خاطر ٹھہروں
اب کی بار میں تیرے دل میں
اپنی خاطر نکلوں(۷)

محبت کا بیان اور محبت پر فخر کرنا فارسی اور اردو شاعری کی کلاسیکل روایت ہے۔ محبت ہی ہر سو جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اگر انسانی زندگی سے محبت کو منہا کر دیا جائے تو کچھ باقی نہیں بچتا۔ معین نظامی کی محبت سے متعلق نظمیں پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کا اصل میدان ہی محبت کی لطافتوں اور نزاکتوں کو بیان کرنا ہے۔ اس کی محبت کے متعلق نظموں میں اس قدر تنوع اور جدت ہے کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ ان کو محبت کے بیان کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ انھوں نے محبت کو کس نظر سے دیکھا اور اس کی اہمیت پر کس انداز میں بات کی ہے ان کی نظم "محبت" کا کچھ حصہ اس کی ترجمانی کر رہا ہے۔

محبت:

اگر زندگی کے شب و روز میں سے
محبت منہا کریں تو
بے رنگ و بو روز و شب ہی بچیں گے
سو بہتر یہی ہے
کہ ہم روز و شب کو معطر ہی رکھیں
جدائی کے ان وسوسوں کو
دم واپسیں تک موخر رکھیں
دلوں کے دریچوں کی ان بھر بھری جالیوں کو
اداسی کی لو سے منور ہی رکھیں(۸)

بارش کے متعلق بھی کئی شعراء نے طبع آزمائی کی ہے۔ بارش کو دیکھ کر معین نظامی نے جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ اسی کا خاصا ہے۔ بارش کے موسم میں انسان کا من چاہتا ہے کہ اس کا محبوب اس کے پہلو میں بیٹھا ہو اور بارش سے قطروں کے گرنے کی آواز سے پیدا ہونے والی موسیقی سے لطف اٹھایا جا سکے۔ سردیوں میں شامیں بڑی حسین ہوتی ہیں۔ عشاق کے لیے یہ موسم بڑا ہی سنگ دل ہوتا ہے۔ ان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں کہ ان کا محبوب کس کے پاس بیٹھا ہو گا۔ اس کیفیت کو معین نظامی نے ان الفاظ میں ڈھالا ہے:

قطرہ و قطرہ شبنم:

زمستان
زمستان کی پہلی بارش
زمستان کی بارش میں خوش بو
زمستان کی بارش میں خوش بو تمھاری
خدا جانے
یہ شام تم نے
کہاں اور کیسے گزاری (۹)

شاعری میں فطرت سے محبت کا اظہار کا شعراء کا عام معمول ہے۔ کسی جنگل اور باغ کے ذکر سے شاعری میں نکھار آتا ہے۔ انسان باطنی طور پر بھی فطرتی مناظر کو پسند کرتا ہے۔ محبوب کے حسن کے شیدا، جب ان کو محبوب نظر نہیں آتا تو اکثر اپنا دل بہلانے کے لیے فطرت کے ساتھ ناطہ جوڑتے ہیں۔ معین نظامی (۱۹۶۵ء) کی شاعری میں بھی اسی طرح کے باطنی جذبات کا اظہار ملتا ہے۔ ان کے شاعری کے اسی وصف کو ڈاکٹر ضیاء الحسن (۱۹۶۴ء) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

> "معین نظامی نے ظاہر کو رد نہیں کیا، بلکہ باطن کی آنکھ سے دیکھ کر اس کی نئی معنویت دریافت کی ہے۔ یہ معنویت نئی اس لیے ہے کہ یہ گذشتہ شاعروں کے باطنی تجربے سے مختلف ہے۔ اس اختلاف کا مرکز شاعر کا عہد اور اس عہد کے مختلف مسائل و معاملات ہیں۔ معین نظامی نے اپنی شاعری کی بنیاد گم شدہ باطنی واردات کی جستجو پر رکھی ہے" (۱۰)

معین نظامی کی نظم کا ایک حصہ ملاحظہ کریں:

وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں ملہار گاتی ہے
اور سر پھرے شوق میں

اک طاوس سرمست کو
بارش بھیگتے، رقص کرتے ہوئے دیکھتی ہے
مگر بارش عشق کی اس قدر موتی بوندوں میں خود بھیگتی ہی نہیں(۱۱)

حالات حاضرہ سے بے نیاز ہو کر صرف محبوب کی زلف و رخسار کے ذکر میں کھوئے رہنا معین نظامی کا معمول نہیں ہے بلکہ وہ اپنی آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔ دنیا کے جدید مسائل پر بھی ان کی گہری نظر ہے۔ وہ اپنے گردوپیش آنے والے معاملات کو بھی شاعری کا موضوع بناتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کی معیشت امریکی ڈالر کی قیمت کے ساتھ ہی نشیب و فراز کا شکار ہو جاتی ہے۔ امریکی سرمایہ داری نظام نے پوری دنیا کو اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے۔ معین نظامی نے بھی ڈالر کی کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ ان کی نظم "آج ڈالر کا ریٹ کیا نکلا" اسی ضمن میں لکھی گئی ہے:

آج ڈالر کا ریٹ کیا نکلا:

کئی بار میں نے چاہا
کہ دوٹوک لفظوں میں اس سے یہ کہہ دوں
کہ مجھ کو
معشیت کی بہبود کا کوئی نسخہ
نہیں چاہیے ہے
وہ اپنا یہی نسخہ کیمیا
ان اداروں کو بخشے
جو اس کے طلب گار ہیں
لیکن ایسا نہیں ہو سکا
آج بھی حسب معمول
میں اس کرنسی کی دیوی سے بس اس قدر کہہ سکا:
"آج ڈالر کا کیا ریٹ نکلا؟"(۱۲)

کلچر ثقافت اور تصوف و سلوک کے معاملات کو بھی معین نظامی نے اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ ان کی شاعری یہاں ماضی کی جھلک لیے ہوئے ہے وہاں ان کی شاعری میں جدت کے بھی قابل توجہ

مظاہر موجود ہیں۔ معین نظامی نئے امکانات کی تلاش میں رہتے ہے۔اس کی نظموں میں ماضی کا بیان اتنا کثرت سے ہے کہ انسان ماضی کے جھرکوں میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ معین نظامی کی پرورش ایک دیہات میں ہوئی تھی۔ معظم آباد کی کھلی آب وہوا اور ہر سو کنو کے باغات اس کو اپنی طرف بلاتے رہتے ہیں۔انھوں نے اپنی گاؤں کی ان یادوں کو اپنی زندگی سے محو نہیں ہونے دیا۔ بچپن میں جب ان کی والدہ ان کے اصرار پر ساگ پکاتی تھیں تو ان کے دوسرے بہن بھائی برہم ہوتے تھے۔اس لمحے ان کی والدہ کا جواب ان کے کانوں میں ابھی رس گھولتا رہتا ہے۔وہ اپنے گاؤں اور ماضی کو بھولنا نہیں چاہتے بلکہ انھوں نے اپنی گاؤں کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کو بھی اعلیٰ ترین نظم کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ان کو وہ تنور اور حویلی آج بھی یاد ہے جس میں ان کا بچپن گزرا تھا۔ان کی نظم "گاؤں" اپنے اندر کمال کا رنگ لیے ہوئے ہے۔

گاؤں:

تیسرا دن ہے کہ ہر کھانے میں
ساگ بنواتا ہوں
بچے سارے
ماں پہ برہم ہیں کہ کیوں میرا کہا مانتی ہے
اور ادھر یہ ہے کہ
مجھ سے کھانا
ڈھنگ سے آج بھی کھایا نہ گیا
یاد آتی ہے بہت ایک حویلی دل کو
اور وہ تنور
جو عرصے سے جلایا نہ گیا(۱۳)

معین نظامی کی شاعری میں بعض اوقات مختلف تراکیب بھی ہوتی ہیں ان کو سمجھنے کے لیے اردو زبان وادب کے علاوہ تاریخ پر بھی گہری نظر ہونا ضروری ہے۔ان کی شاعری میں تاریخی،معاشرتی اور تہذیبی شعور ہر سو نظر آتا ہے۔انھوں نے برصغیر اور بلادِ عرب کی تاریخ کو بھی اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ان کی شاعری میں موجود موضوعات کے تنوع کو افضال احمد سید (۱۹۴۸۔۲۰۱۵ء) نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"معین نظامی کی شاعری اسی قاصد کی سر گزشت ہے جو اپنے گم کردہ نامہ کے مندرجات کی تلاش میں ہے۔وہ ایک منفرد شاعر ہیں۔ادب،تاریخ، تصوف،روایت اور جدیدیت کا انجذاب ان کی شاعری کی تشکیل کرتا ہے۔فکر کی گہرائی، لفظیات کا طلسم، معنی آفرینی، خوش آہنگی:ان کے پاس کیا کچھ نہیں"(۱۴)

ان کی مشکل پسندی کا بھی شہرہ بجاہے مگر ان کی شاعری میں سہل ممتنع کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ان میں سادگی،سلاست اور روانی بلا کی ہے:

کیسا اچھا موسم ہے:

کیسا اچھا موسم ہے
نرم دل ہواؤں میں
سردیوں کی خوش بو ہے
دوستی کا جادو ہے
ایسے اچھے موسم میں
یاد کرنے والوں کو
یاد رکھا جائے گا
لطیف ترین احساسات
تری انگلیوں پہ اترا
مری روح کا اشارہ
مری دوستی کا جادو
ترے ناخنوں کا چمکنا
مرے لمس کا ستارہ
مرے رابطے جگنو
جو بجھا ہوا تھا کب سے
ترے ہاتھ میں اچانک
وہ چراغ جل اٹھا ہے(۱۵)

"خوش گمانی" کے عنوان سے ان کی ایک اور نظم جس میں محبت اور محبوب کے رویے کی بات نہایت سادہ اور عام فہم انداز میں کی گئی ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے کسی بھی فلسفے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ

سیدھے سبھاؤ محبت کا بیان ہے جس میں محبوب سے شکوہ و شکایت نظر آتی ہے۔ معین نظامی کی رومانوی نظموں میں اک انجانا ساخوف نظر آتا ہے۔ وہ وصل میں بھی ہجر کا خوف محسوس کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود معین نظامی فنی لوازمات کو نبھاتے نظر آتے ہیں۔ معین نظامی کی کئی نظمیں سادگی و سلاست کا مرقع نظر آتی ہیں:

ہمیں خوش گمانی تھی
کہ وہ ہم سے تعلق رکھ لے
اپنے روز و شب کی خوبیٔ قسمت پہ نازاں ہے
مگر خوش سخن کی خوش بیانی نے
ہمیں بے حد خوشی اسلوبی
یہ باور کرایا ہے
کہ ہم اس کے دلِ ناداں کی
وہ حالت ہیں
جس پر وہ پشیماں ہے (۱۶)

والد سے محبت معین نظامی کی زندگی کا حاصل ہے۔ ان کے والد گرامی قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کے والد کا تعارف ادبی حلقوں میں موجود ہے۔ ان کے والد کے چاہنے والے معین نظامی کی زندگی میں پروفیسر غلام نظام الدین کی جھلک دیکھنے کے متمنی ہیں۔ معین نظامی کی شاعری کا کینوس اپنے عہد سے مطابقت رکھتا ہے مگر ان کے والد گرامی کی کلاسیکل شاعری بھی خانقاہی شعراء کی قدر و منزلت میں اضافے کا باعث ہے۔ معین نظامی اپنے ایک تابعدار شاگرد کی طرح اپنے والد سے محبت بھی کرتے ہیں اور ان کا حد درجہ احترام بھی کرتے ہیں۔ معین نظامی کو ڈاکٹر معین نظامیبنانے میں ان کے والد گرامی کی توجہ اور کرم شامل ہے۔ اپنے والد سے عقیدت کا اظہار انھوں نے اپنے اک بیٹے کا نام "نظام" رکھ کر بھی کیا ہے۔ معین نظامی بھی ایک صوفی کا طرز عمل اپناتے ہوئے اپنے والد سے اپنی عقیدت و محبت کا کھل کے اظہار کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو اپنے والد کے سامنے طفل مکتب گردانتے ہیں۔ ان کی نظم کا کچھ حصہ اس حوالے سے بڑا اہم ہے:

لوبان کے دھوئیں میں خود کلامی:

بابا سائیں
آپ کے جتنے بھی ساتھی ہیں

سب اچھے ہیں
کچھ تو اتنے سادہ ہیں
کہ مجھ میں آپ کو ڈھونڈتے ہیں
اب آپ ہی کہیے
ذرہ سورج بن سکتا ہے
کیا میرے آئینے میں وہ آپ کی صورت لا سکتے ہیں
کوزے میں کیا سات سمندر آسکتے ہیں
آپ انھیں یہ بات بھلا سمجھا سکتے ہیں(۱۷)

نفسیات کے پر تو بھی معین نظامی کی شاعری میں ملتے ہیں۔ ان کی نظموں میں خود کلامی کا تاثر ملتا ہے۔ وہ اپنی ذات کے عرفان سے کائنات کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں جو آشوب زمانہ کی نئی شکلیں ملتی ہیں اور نئے تجربات کا پتہ ملتا ہے۔ وہ موجودہ دور کے انسان کا روحانی کرب ہے۔ موجودہ عہد کے انسان کا ذہنی اور روحانی کرب ان کو دل کا سکون نہیں لینے دیتا۔ جس کی وجہ سے باطنی اضطراب جنم لیتا ہے۔ ان کی نظموں میں اسی اضطراب کا اظہار نظر آتا ہے۔ معین نظامی کو جینے کا ہنر آتا ہے وہ اپنے ماضی سے تصوارت کشید کرتے ہیں اور ان کو اپنی نظموں میں جمود بنا کر پیش نہیں کرتے بلکہ تخلیق و تعمیر کا جذبہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کی نظموں میں جدید نفسیات اصولوں کی بازگشت بھی سنائی دیتی ہے۔ جدید انسان کے نفسیاتی مسائل کو بھی انھوں نے اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے اسی نفسیاتی ہیجان کو ڈاکٹر عنبرین منیر نے بیان کیا ہے۔

> "معین نظامی کے لیے مکمل تجربے، مضطرب حالات میں صبوری سے پیدا ہونے والی خستگی کے خاتمے اور روحوں کی سیر ابی کے لیے اپنے دور میں خود غرضی سے جینے کے بجائے روایت کے وجدانی ورثے سے فیض یاب ہونا ضروری ہے۔ حضوری کی یہ منزل کا حصول بے حسی کی برف پگھلائے بغیر ممکن نہیں"(۱۸)

"آبائی گھر" نظم میں گھر کا آدھی رات میں اِتفاقاً نذرِ آتش ہو جانا محض ایک واقعہ نہیں، بلکہ انتہائی پیچیدہ نفسیاتی صورتِ حال ہے۔ پچھلی چھ سات پشتوں سے بچ جانے والی، خواہش کی راکھ، کا ایک، میراثِ شعلہ بُرد کی شکل سامنے آجانا ان کے باطنی اضطراب کا عکاس ہے۔ یاد رہے کہ نظم میں جس تہذیبی

اور خانقاہی نظام کی علامتیں اُبھر کر سامنے آرہی ہیں، اُس میں اپنی ذات کی پاکیزگی کے لیے وجود کو راکھ میں تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ متکلم کا جلے ہوئے سامان ہونے کے باوجود جلے ہوئے آبائی مکان میں قیام کرنا اپنی وراثت سے مضبوط ذہنی اور روحانی وابستگی کا واضح اعلان ہے۔ اِس نظم کو اگر وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو یہاں 'گھر' اُس پوری تہذیبی، ثقافتی اور خانقاہی زندگی کی علامت کے طور پر سامنے آیا ہے جس کے آثار مٹتے ہوئے اب کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ دیہاتی زندگی کو چھوڑ کر شہری زندگی اختیار کرنے اور پھر زیادہ سے زیادہ دنیاوی کی آرزویں پالنے کی وجہ سے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ اب اس نظم کو پڑھ کر اندازہ ہو گا کہ کس طرح وہ نفسیاتی الجھن کا شکار ہیں اور اپنی تباہ حال میراث کو چھوڑنے پر بھی تیار نہیں ہیں۔

مرا آبائی گھر
کل نیم شب کو اتفاقاً نذرِ آتش ہو گیا ہے
کوئی شے اس میں جو باقی رہ گئی ہے
تو وہی خاکسترِ خواہش ہے
جو چھ سات پُشتوں سے مرے اجداد کو
ورثے میں ملتی آ رہی تھی
اور اب میں سوختہ ساماں
اکیلا
اپنی اِس میراثِ شُعلہ بُرد کا مالک ہوں
گھر کے درد آلودہ در و دیوار
میرا دُکھ سمجھتے ہیں
مری تعظیم کرتے ہیں(۱۹)

معین نظامی کی شاعری میں مذہبی روایات اور شخصیات سے عقیدت بھی دکھائی دیتی ہے۔ وہ اپنی متعدد نظموں میں اکابر صوفیاء کی تعریف کرتے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے اپنی محبتوں کا اظہار کھل کر کیا ہے۔ معین نظامی کا نام اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ برصغیر کے سب سے بڑے صوفی سلسلے چشتیہ نظامیہ کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ ان کے جسم اور روح کی رگ وپے میں صوفیاء سے محبت و عقیدت پائی جاتی ہے۔ ان کا نسبی اور روحانی تعلق ایک چشتی خانقاہ سے ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت بھی اسی خانقاہ میں ہوئی

Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04,
Serial No. 376-378, 2025

ہے۔ان کے دادااور والد اپنے دور کے مشہور صوفی بزرگ تھے۔خانقاہ معظم آباد کی علمی وادبی میراث کے وارث بلاشبہ معین نظامی ہی ہیں۔اپنی قلبی عقیدت کو اپنے فن میں بیان کرنا فطری امر ہے۔ معین نظامی نے حضرت علی ہجویری(۱۰۰۹۔۱۰۷۶ء) کی شان میں ایک نظم تحریر کی۔ ہندوستان میں سلسلہ چشت کے بانی خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری(۱۱۴۳ء۔۱۲۳۶ء) نے بھی داتا علی ہجویری کی درگاہ پر چلہ کشی کی تھی۔حضرت علی ہجویری کی خانقاہ ہندوستان میں روحانیت اور تصوف کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ علی ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" ہندوستان کے ہر سالک کا ابتدائی وظیفہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ معین نظامی نے حضرت علی ہجویری کی شان میں یہ نظم لکھی جس کا ایک حصہ ملاحظہ کریں:

سخن میں جلوے جن انوار کے ہیں
وہ سب غزنی کے اس دلدار کے ہیں
جمال سید ہجویر دیکھا
مقدر دیدہ بیدار کے ہیں
جہاں اجمیر کے خواجہ جھکے تھے
گداگر ہم بھی اس دربار کے ہیں
ولایت کے ہیں جتنے راستے بھی
تصرف میں اسی سالار کے ہیں(۲۰)

معین الدین چشتی اجمیری(۱۱۴۳۔۱۲۳۶ء) کی منقبت اور ان کی تعریف کرنا مشائخ چشت کا خاص طریقہ ہے۔ان کی کوئی بھی محفل خواجہ معین الدین چشتی کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ خانقاہوں میں ہونے والی محافل سماع میں بھی حمد، نعت کے بعد خواجہ اجمیر کی منقبت پڑھی جاتی ہے۔اجمیر شریف چشتی صوفیاء کا مے کدہ ہے۔اسی کے فیض کے دیپ ہند کے کونے کونے میں روشن ہوئے ہیں۔ صوفیاء چشتی کی محبتوں کا مرکز و محور خواجہ اجمیر کی ذات ہے۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے معین نظامی کی عقیدت کیوں نہ ہو ان کا نام ہی غلام معین الدین نظامی ہے جو کہ اس بات پر گواہی ثبت کرتا ہے کہ خانقاہ معظم آباد کے مشائخ کی محبتوں کا قبلہ خواجہ اجمیر کی ہی ذات ہیں۔ معین نظامی نے اپنی خاص نسبت پر بہ جاطور پر فخر کیا ہے:

میرے مرشد ہیں ہو بہ ہو خواجہ
جیسے بیٹھے ہوں روبہ رو خواجہ

میرے ماں باپ ان پہ قربان ہو
چشتیوں کی ہیں آبرو خواجہ
مجھ کو بھی تجھ سے خاص نسبت ہے
دل ہے اجمیر اور تو خواجہ (۲۱)

امیر خسرو (۱۲۵۳۔۱۳۲۵ء) خواجہ نظام الدین اولیاء کے محبوب ترین مرید تھے۔خواجہ امیر خسرو کی روحانی خدمات کے علاوہ علم وادب اور فنون لطیفہ میں بھی خدمات گراں قدر ہیں۔ہندوستان میں کئی راگوں کے موجد حضرت امیر خسرو ہیں۔ آپ اردو زبان کے پہلے شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کی فارسی غزلیں آج بھی محافل سماع میں پڑھی جاتی ہیں۔چشتی صوفیاء کے ادبی لشکر کے سالار حضرت امیر خسرو ہی ہیں۔ معین نظامی نے اپنی نظم میں حضرت امیر خسرو کو بھی خراج عقیدت پیش کیا ہے:

پڑے رہتے خسرو کی قدموں کی جانب
مہاراج کی راج دھانی میں رہتے (۲۲)

الغرض معین نظامی موجودہ عہد میں آزاد نظم کا قادر الکلام شاعر ہے۔ معین نظامی کے مخصوص مذہبی پس منظر کی وجہ سے ان کی شاعری کی جانب وہ توجہ نہیں دی گئی جس کے وہ مستحق ہیں۔ان کی اردو شاعری کی فارسی خدمات کے بوجھ تلے بھی دبی نظر آتی ہے۔ معین نظامی نئے امکانات کا شاعر ہے جس نے آزاد اردو نظم کی روایت میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ آنے والے دنوں میں معین نظامی کی آزاد نظمیں اپنی آب وتاب سے ادبی حلقوں کو اپنی جانب متوجہ کر لیں گی۔ خانقاہ سیال شریف کی ذیلی خانقاہ معظم آباد کا یہ بھی اعجاز ہے اس میں اتنی شاندار اور توانا شاعری موجود ہے۔ڈاکٹر سہیل احمد خاں (۱۹۵۳ء) نے معین نظامی کی نظموں پر کیسا معنی خیز تبصرہ کیا ہے۔

"ان کی نظموں کی تلمیحات تہذیبی ماضی کی یادوں کو جگاتی ہیں اور شعور کو منور کرتی ہیں جیسے کچھ فاصلے پر الاؤ کی روشنی اور اس کے گرد "پشمینہ دوستار میں لپٹے ہوئے "افسانہ گو نظر آرہے ہیں۔ جدید اردو شاعروں ن۔م راشد (۱۹۱۰ء۔۱۹۷۵ء) کی "فارسیت" سے معین نظامی کی فطرتی مناسبت ہے اور مجید امجد (۱۹۱۴ء۔۱۹۷۴ء) کی آخری نظموں کی مفکرانہ بصیرت اور درویشانہ صدا سے بھی وہ اثرات لیتے ہیں"(۲۳)

Oriental College Magazine, Century Number, Vol.100, No. 02-04, Serial No. 376-378, 2025

اردو خلاصہ:

ڈاکٹر معین نظامی عہد رواں کے قادر الکلام شاعر ہیں۔وہ شاعری کی مختلف اصناف غزل، رباعی، قطعہ،منقبت اور تاریخ گوئی میں طبع آزمائی کرتے ہیں مگر ان کا حقیقی میدان آزاد نظم ہے۔معین نظامی خانقاہی پس منظر رکھتے ہیں۔ان کی نظموں میں ماضی کا بیان، خانقاہی رچاؤ، دیہات کے مناظر،تصوف وسلوک،عشق ومستی،فطرت سے محبت،صوفیا سے عقیدت، اداسی وتنہائی، واردات قلبی،باطنی طہارت،مناقب اور خود کلامی جیسے موضوعات بکثرت ملتے ہیں۔

تلازمے،تلمیحات،استعارے،نادر و کم یاب تراکیب اور ندرت خیالی ان کی نظموں کا حسن ہے۔ ن۔م راشد کی طرح ان کی شاعری پر بھی فارسی ادب کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا میدان ہی فارسی ہے۔مجید امجد کی طرح ان کی نظموں میں فطرت سے لگاؤ نظر آتا ہے۔بلاشبہ معین نظامی موجودہ دور میں آزاد نظم کے قد آور شاعر ہیں۔ان کی نظموں میں موضوعاتی تنوع اور رنگا رنگی ہے۔معین نظامی کی لفظیات انھیں آزاد نظم کا معتبر شاعر بناتی ہیں۔ہمارے ہاں غزل گوئی کا چلن ہونے کی وجہ سے معین نظامی کی آزادنظم گوئی کی طرف توجہ کم دی گئی ہے۔ان کی نظمیں فکری و فنی لحاظ سے بلند پایہ ہیں۔معین نظامی آزادنظم کے ان چند شعرا میں شامل ہیں جھنوں نے اس صنف کو اعتبار بخشا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) معین نظامی،چار مجموعے ،(لاہور: دارالنعمان پبلشرز،۲۰۱۸ء)،۸۹،۹۰۔

(۲) ایضاً،۴۴۹،۴۵۰۔

(۳) ایضاً،۲۹۴۔

(۴) ایضاً،۱۳۳۔

(۵) ایضاً،۱۷۰۔

(۶) ایضاً،۸۸۔

(۷) ایضاً،۱۹۳۔

(۸) ایضاً،۲۱۲۔

(۹) ایضاً، ۲۱۳۔

(۱۰) ڈاکٹر ضیاالحسن، مشمولہ، تجسیم، (لاہور: بی پی ایچ پرنٹرز، ۲۰۱۵ء)، ۱۲۔

(۱۱) معین نظامی، چار مجموعے، ۴۷۵۔

(۱۲) ایضاً، ۲۳۴۔

(۱۳) ایضاً، ۲۰۶۔

(۱۴) معین نظامی، چار مجموعے (افضال احمد، سیّد)، بیک فلیپ

(۱۵) معین نظامی، چار مجموعے، ص ۲۲۹۔

(۱۶) ایضاً، ۲۲۵۔

(۱۷) ایضاً، ۳۰۔

(۱۸) ڈاکٹر عنبرین منیر، جدید اردو نظم میں نفسیاتی عناصر، (لاہور: بی پی ایچ پرنٹرز، ۲۰۱۷ء)، ۵۲۳۔

(۱۹) معین نظامی، چار مجموعے، ۳۴۔

(۲۰) ایضاً، ۳۰۸، ۳۰۷۔

(۲۱) ایضاً، ۳۱۰۔

(۲۲) ایضاً، ۳۹۸۔

(۲۳) سہیل احمد خاں، سہ ماہی مجلہ شبیہہ، خواجہ غلام نظام الدین نمبر، جنوری ۹۷ تا ستمبر ۹۸، لاہور، ۱۹۹۸ء، ۴۸۷۔

Bibliography

1. Ambreen Muneer, Doctor, Jadīd Urdū naẕm men̲ nafsiyātī anāṣir, (Lahore: BPH Publisher, 2017)
2. Moin Nizami, Cār majmū‘e, (Lahore: Dar ul Numan publisher, 2018)
3. Moin Nizami, Isti<u>kh</u>āra, (Lahore: Book Home,2008)
4. Moin Nizami, Matrūk, (Lahore: Nigarish Publisher,2010)
5. Moin Nizami, Naẕmen̲ tera Ṯavāf kartī hain̲, (Lahore: Fiction house, 1997)
6. Moin Nizami, ṯilismāt, (Book Home, 2008)
7. Zea ul Hassan, Mashmola, Tajsīm, (Lahore: BPH Publisher, 2015)

❖❖❖